صوفیائے بلوچستان کا طریق دعوت اور ان کی تعلیمات

ڈاکٹر عبدالعلی اچکزئی*

قاری عبدالرحمٰن**

The Sufis of Balochistan, their teachings and ways of preaching.

The geographical boundaries of India were conquered by Muslim rulers but the spiritual domain of Indian people was conquered not by the foreign invaders but by the saints who were actually kings of the kings. They conquered the hearts of Indian people by their teachings, and resultantly hindus willingly embraced Islam. Muslim saints preached the teachings of Islam which were based on equality, brotherhood, and love. The teachings of Sufi's reached into the far flung areas of India. Balochistan was the first previliged area where message of Islam was accepted by a group of Balochis who reached Madina to embrace Islam during the time of the Holy Prophet (PBUH).

(See p.43-44 Qais Abdul Rasheed and seventy leading people went to Arabia from Zhob)

Some Muslim saints personally reached into Balochistan and blessed the people with their teachings. They did not take permanent residence in Balochistan and returned back. The other saints though did not personally arrive in Balochistan but their spiritual teachings made way into this region. The people of Balochistan fully benefited from their teachings. The devotees of these saints permanently settled in Balochistan and continued to impart spiritual teachings.

Geographically, historically and politically Balochistan remained a very important region in South Asia. The sufis of various orders

---

* ایسوی ایٹ پروفیسر و صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔

** لیکچرار، شعبہ پشتو، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔

permanently settled in the vast plains of Balochistan and on the peaks of rugged mountains. They reformed the lives of their followers by their teachings. The four sufi orders i.e. Chishtiya, Suhrwardiya, Naqshbandia and Qadiriya are very prominent in the Sub-continent. The influence of these sufi orders can be observed everywhere in Balochistan, but the impact of Chishtiya and Naqshbandia orders was far greater than the other sufi orders. Due to their teachings and guidance, the people of Balochistan illuminated their lives. The saints of these orders hoisted the banner of Islam in the vast plains of Balochistan and on the tops of mountains. The tombs of these saints still exist throughout Balochistan which bore the testimony of their hard work and spiritual life. These shrines are venerated among all the circles of people because they spread love, brotherhood and harmony in the society. It is the need of the hour to revive their teachings to maintain peace and harmony in Balochistan.

تصوف کا مفہوم

سید علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) اپنی مشہور تصنیف **کشف المحجوب** میں لکھتے ہیں:

> ''لوگوں نے اس نام (تصوف) کی تحقیق میں بڑی موشگافیاں کی ہیں اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں .....البتہ لفظ ''صفا'' ان میں سے نہایت عمدہ اور دل پسند ہے اور کدورت اس کی ضد ہے .....صفو سے مراد اشیاء کی خوبی ولطافت ہے اور کدورت سے مراد اشیاء کی کثافت وغلاظت ہے، پس چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق وعادات کو مہذب وشستہ بنالیتے ہیں اور طبعی عیوب کی آلودگی سے اپنے آپ کو پاک رکھتے ہیں، اس لئے صوفی کہلاتے ہیں''

مرتعش کہتے ہیں ''تصوف حسن اخلاق کا نام ہے'' اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علی ہجویری اس کی تین صورتیں قرار دیتے ہیں :

۱۔ حسن خلق اللہ کے ساتھ۔اس کی صورت یہ ہے کہ ریاکاری کے بغیر احکام خداوندی کی تعمیل کی جائے۔

۲۔ حسن خلق مخلوق کے ساتھ۔اور اس سے مراد یہ ہے کہ بزرگوں کا احترام کیا جائے، چھوٹوں سے شفقت کا برتاؤ کیا جائے اور ہم جنسوں سے بلاحرص ولالچ انصاف کرنے کے باوجود خود ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

۳۔ حسن خلق اپنی ذات کے ساتھ۔اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ خواہشات نفسانی اور شیطان کی متابعت نہ کی جائے۔اور جو شخص ان ہر سہ معانی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے، اس کا شمار

نیک خلقوں میں کیاجائے گا۔[۲]

شیخ سعدی شیرازی طریقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

طریق درویشان ذکرست وشکروخدمت وطاعت وایثار وقناعت وتوحیدوتوکل وتسلیم وتحمل، ہرکہ بدین صفتہا کہ گفتم موصوف ست بحقیقت درویش ست واگر درقباست، امّاہرزہ گرد بے نماز ہواپرست ہوس باز کہ روزہا بشب آرد دربند شہوت وشبہاروز کند درخواب غفلت وبخوردہرچہ درمیان آید وگوید ہرچہ برزبان آید، رِندست وگر درعبا ست[۳]

فقراء کاطریقہ ذکر خداوندی اورشکرکرنا ہے اور خدمتگاری اور فرمانبرداری اور ایثار کرنا اورصبرکرنا اورتوحید پرقائم رہنا اورتوکل کرنا اورراضی برضا رہنا اور برداشت کرنا ہے، جوان باتوں سے موصوف ہووہ حقیقتاً درویش(صوفی) ہے اور اگرچہ قبا (معززلباس) پہنے ہو،لیکن مارا مارا پھرنے والا، بے نمازی، خواہش کا پجاری، ہوسناک جوشہوتوں میں دن کو رات کرے اور رات کو خواب غفلت میں دن کرے اورجوبھی ہاتھ لگے اڑاجائے اورجوبھی زبان میں آئے بک ڈالے، وہ آوارہ (اوباش) ہے اگرچہ عبا پہنے ہو۔

بہرحال تصوف اسلامی ایساطرز زیست ہے جس میں قرآن وسنت کی مکمل پیروی ہے اورباطن میں صدق وصفا، عجز وتوکل کی آمیزش رہتی ہے، صوفی وہ ہے جو ہمیشہ باعمل وپرکاررہتاہے، اس کاایک لمحہ بھی نیک مقاصد اوریادِ خدا سے خالی نہیں گزرتا۔[۴]

ابن خلدون لکھتے ہیں :

تصوف کے مقاصد اصلیہ یہ ہیں کہ انسان عبادت الٰہی میں جان کھپائے، پوری طرح اللہ کاہولے اور دنیا کی لغویات اور خرافات سے بالکل منہ موڑلے اورعام دنیادار جن چیزوں پر مٹے پڑتے ہیں، یعنی لذاتِ دنیویہ، مال وجاہ سے قطعی کنارہ کش ہوجائے، عبادت کے لئے عزلت نشینی وگوشہ نشینی پسند کرے“[۵]

محمدلطفی جمعہ لکھتے ہیں :

”ہمارا خیال یہ ہے کہ (تصوف)یونانی کلمہ” شیوصفیاء“ سے مشابہ ہے، جس کے معنی حکمت الٰہی کے ہیں، صوفی وہ حکیم ہے جو حکمت الٰہی کاطالب ہوتاہے اوراس کے لئے کوشاں رہتاہے“[۶]

مولانا محمد منظورنعمانی احسان تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اللہ تعالٰی کے بارے میں بندے کے قلب کوایسا یقین واطمینان نصیب ہوجائے، جیسا کہ کسی حقیقت کے مشاہدہ سے ہوجایاکرتاہے (جس کے بعد اس کے خلاف کسی وہم اوروسوسہ کی بھی گنجائش نہیں رہتی) پھراس کے نتیجہ میں اللہ تعالٰی کے ساتھ عبدیت کاوہ رابطہ پیداہوجائے جس کی وجہ سے قلب

ہمہ دم اللہ تعالیٰ کی یاداوراس کی عظمت ومحبت سے معمور رہے اورپھراس بندہ کی عبادت، اس کے اخلاق، اس کی معاشرت اوراس کے سارے معاملات یعنی اس کی پوری زندگی کی روح یہی ایمان ویقین اوریہی رابطہ عبدیت بن جائے، پھر وہ جو کچھ کرے، اسی ایمان اوررابطہ عبدیت کے داعیہ سے اوراس کے تقاضے کے مطابق کرے اوراس طرح اس کی قلبی اورظاہری زندگی بھی اس قالبی وباطنی رنگ میں رنگ جائے''۷

بلوچستان میں تصوف

ہندوستان کی جغرافیائی فتوحات کاسہرا تومسلمان بادشاہوں کے سرہے، لیکن روحانی فتوحات ان بزرگوں کے کارنامے ہیں جو ظاہر میں درویش تھے، مگرباطن میں بادشاہوں کے بادشاہ تھے۔ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنے زہد وتقویٰ سے غیرمسلموں کے دلوں کومسخرکیا اوران لوگوں نے رضا اورخلوص کے ساتھ دین اسلام قبول کیا۔بادشاہوں نے فقط زمین پرقبضہ کیا مگردرویشوں نے زمین والوں کو اپنے تصرف میں لے لیا، جیساکہ سیدمحمد علی شاہ لکھتے ہیں :

دین اسلام کے فروغ اور ترویج واشاعت میں سب سے بڑاحصہ صوفیائے کرام کاہے، جن کی انتھک محنت اورکرداروعمل نے لوگوں کے دلوں پراثرکیا اوراس طرح لاکھوں کروڑوں لوگ اسلام کی ابدی سچائی سے فیض یاب ہوسکے، یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے، حضوراکرمﷺ اورصحابہ کرامؓ کے بعددین متین کی تبلیغ اورتوسیع کاکام بیشتر اولیائے کرام کے ذریعے ہی انجام پایا، یہ وہ لوگ ہیں جو ذکر الٰہی اس کثرت سے کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ان کے قلوب کواپنا گھربنالیتاہے اورجب اللہ تعالیٰ ان کے قلوب میں گھرجاتاہے، توباقی عالم ان کامطیع بن جاتاہے''۸

یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم '' ولی'' یا''صوفی'' کہتے ہیں، جنہوں نے سچ پوچھیں توصدیوں پہلے پاکستان کی داغ بیل ڈالی اورجن کے مزارآج بھی لاکھوں عقیدت مندوں کی زیارت گاہ ہیں۔

ان باصفا ہستیوں کے روحانی اثرات جہاں برصغیر کے کونے کونے میں پہنچے، وہاں بلوچستان ان سے کس طرح محروم رہ سکتاتھا۔بعض بزرگ خود اس صوبے میں آئے اورعقیدت مندوں کو صفاتِ باطن سے بہرہ ورکیا اورپھرواپس چلے گئے۔ بعض اس صوبے میں نہیں آئے، مگران کی تعلیمات یہاں پہنچیں اورلوگوں نے انہیں سے فیض حاصل کیا۔بعض کے مریدوں نے یہاں رہائش اختیار کرکے رشدوہدایت کی شمع روشن کی۔ خود اس صوبے کی بہت سی شخصیات سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کرکے برسوں ان برگزیدہ ہستیوں کی خدمت میں پڑی رہیں اورکسب حقیقی حاصل کرکے واپس آئیں اوریہاں

آکر اپنے مرشدان طریقت کی طرح لوگوں کو نیکی کی تلقین کی۔

قصہ مختصر ! اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں کہ بلوچستان میں برصغیر پاک وہند کے دوسرے حصوں کی طرح اسلام کی زیادہ تراشاعت ان صوفیائے کرام اوراولیاء عظام کے ہاتھوں ہوئی جن کاذکر خیر آگے آئے گا۔

آج بھی ہرسال ہزاروں کی تعدادمیں براہوی، بلوچ اور پٹھان ان صوفیاء کرام کے مزاروں پرحاضری دے کر محبت اوراخوت کادرس حاصل کرتے ہیں جو صوبہ بلوچستان کے علاوہ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں موجود ہیں اوریوں ان صوفیائے کرام کے توسط سے اس تمام علاقوں کے عوام میں ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہوگیاہے''۹

بلوچستان جنوبی ایشیاء کاایک ایساخطہ ہے جو ہمیشہ سے جغرافیائی، تاریخی، علمی، سیاسی، سماجی وثقافتی اعتبارسے اہمیت کاحامل رہاہے۔ اس کے عظیم کوہستانوں اورصحراؤں کوقدرت نے کئی نعمتوں سے نوازاہے۔ مخصوص قبائلی نظام اورتہذیبی زندگی کی بدولت بھی اس کی سرزمین کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔ زمانہ قدیم سے بلوچستان کی سنگلاخ چٹانوں اور بلندوبالا پہاڑوں کو اولیاء کرام اورمشائخ عظام کاسایہ حاصل رہاہے، ان بزرگوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں اوران کی وسیع وادیوں کوعرفان حقیقی کازینہ بنایا، رشدوہدایت کی شمعیں روشن کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں نے احیاء اسلام اوراپنی منزل کے حصول کے لئے عراق، افغانستان اوروسط ایشیاء سے ہجرت کی اوربلوچستان کی سرزمین کو اپنا محور ومرکز بنایا، مگر بعض نے سندھ اورپنجاب جاکر خلق خدا کی عملی تربیت کافریضہ سرانجام دیا۔۱۰

بلوچستان میں تصوف اسلام کی اصولی و فطری لہرصحابی رسول مقبولﷺ حضرت قیس عبدالرشیدؓ کے ذریعے آئی۔ پشتون علاقے کوہ سلیمان (ضلع ژوب) میں آنحضرتﷺ کے مبارک زمانہ سے ہی شروع ہوتاہے، گویا بلوچستان کے اس علاقے کو آغازاسلام سے ہی اسلام اورتصوف اسلام کی نورانی کرنیں حاصل ہوئیں، جیساکہ ہتورام لکھتے ہیں :

''بہ زمانہ حضرت محمدﷺ قیس المعروف عبدالرشیدؓ نے بہ دلالت ودعوت خالدبن ولیدؓ بمعہ چند دیگر از فرقہ افغانیہ یاسلیمانیہ ازکوہستان غورمدینہ میں پہنچ کر دین اسلام اختیارکیا، ان کانام قیس سے عبدالرشید رکھاگیا اورآنحضرتﷺ یعنی محمدؐ صاحب قیس المعروف عبدالرشید کوبطان کے نام سے پکاراکرتے تھے، غلط عام میں بطان پٹھان مشہور ہوگیا، جو اب تک مشہورچلاآتاہے''۱۱

اس حوالے سے خان روشن خان لکھتے ہیں:

جب سرورکونین حضرت محمدﷺ کے مبعوث فرمانے کی افغانوں کوخبر پہنچی توانہوں نے آپس میں مشورہ کیااورقیس کی سرکردگی میں جواس قبیلے کے بزرگ ترین آدمیوں میں سے تھے، سربرآوردہ اشخاص کاایک وفددربار رسالت بھیجا گیا، اس وفد کے لوگ رسول اکرمﷺ سے ملاقات کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے، رسول اللہﷺ نے انہیں اوران کی قوم کودعادی اورہدایت فرمائی کہ وہ واپس جاکراپنے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ کریں، نیزقیس کانام عبدالرشید رکھاگیا، یہ لوگ خوشی خوشی واپس آئے اوراسلام کی تبلیغ میں مشغول ہوگئے،وقتاً فوقتاً لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔[۱۲]

اگرچہ قیس جس کااسلامی نام عبدالرشید (روایات کے مطابق) آنحضرتﷺ نے رکھا تھا اِن کے متعلق مختلف آراء کتابوں اور مضامین میں آئی ہیں، تاہم اس سے انکارنہیں کیاجاسکتا کہ یہ شخص کوہ سلیمان (کسے غر) ژوب سے سترقبائلی نمائندوں کے ساتھ اس وقت حجاز گیاتھا، جب ساری دنیامیں سرورکائناتﷺ کی بعثت کی خبر پھیل چکی تھی۔ اس سے بھی انکارنہیں کیاجاسکتا کہ اس علاقے کے لوگ اس دور میں اسلام قبول کرچکے ہوں، کیونکہ گذشتہ ایک ہزارسال کی تاریخ میں مذکورہے کہ یہاں عرب یاایرانی مبلغین آئے ہیں یاکسی نے زبردستی ان کواسلام قبول کرنے پرمجبورکیا ہے، نہ اس کے علاقے میں کسی مبلغ کامقبرہ نظرآتاہے، لہذا یہ ثابت ہے کہ انہوں نے خود بہ رضا ورغبت یک دل و زبان متفق ہوکر تمام قبائل کاجرگہ بھیج کر صداقت اورحقانیت معلوم کرنے کے بعد متفقہ طورپراسلام قبول کر لیا۔ صحابیت کے علاوہ تمام تاریخیں قیس عبدالرشید کو اقوام افاغنہ کانسبی یاروحانی باپ سمجھتی اورلکھتی ہیں۔[۱۳] افغانوں نے پھر پنجاب، ہندوستان، بنگال اور مدراس تک حکومتیں کیں اوران کے مشائخ کے ہرعلاقے میں مزارات ہیں، محمد بن قاسم کے حملہ کے زمانے میں سندھ پر مکران کے پہاڑوں میں آباد افغان اوربلوچ بھی سندھ وملتان کافی تعدادمیں آئے۔افغان غرجستان وقوہستان(نیشاپور اورجنوبی علاقے)پرچھاگئے اوروہاں سے ہندومت والوں کونکال دیا۔ اس تحقیق کے مطابق قیس عبدالرشیدافغان پہلے اصولی صوفی ہوئے جنہوں نے پیغمبراسلامﷺ کی زیارت کاشرف حاصل کیا اورحضورﷺ سے قبول اسلام وتلقین وارشاد کے موتی سمیٹے، قیس کے چارفرزند بیٹ یابٹن، سڑبن، غرغشت اورکرلانی تھے، جن سے پشتون قبائل پھلے پھولے ہیں، سلسلہ صوفیاء کے لحاظ سے قیس کو ہم براہ راست صحابیؓ ہونے کے باعث صرف اسی زمرہ صحابہؓ سے ہی یاد کرسکتے ہیں، کیونکہ عرفان وتصوف میں صحابیؓ کامقام سب سے منفرد ہے۔[۱۴]

یہ تو بلوچستان کے شمالی علاقے کی بات ہوئی، جبکہ بلوچستان کا جنوبی علاقہ جسے ہم بلوچ تہذیب کا گہوارہ کہہ سکتے ہیں، اسلام اور تصوف اسلام کی تابانیوں سے ۲۳ھ سے ہی روشن ہو چکا تھا، جب ربیع بن زیادؒ کی معیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں وہاں عرب مسلمانوں کا ورود ہوا، محمد بن قاسم کے ورود سے قبل ہی مکران میں محمد بن ہارون گورنر مقرر ہو چکے تھے (اس لیے بعض مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ باب الاسلام دراصل صوبہ بلوچستان ہے، وہ صوبہ بلوچستان کو اس ضمن میں خطہ سندھ پر فوقیت دیتے ہیں) گویا بلوچستان میں ژوب سے مکران تک تصوف اسلام کی اصولی لہریں حضرت رسالت مآب ﷺ کے وقت سے آنا شروع ہوگئی تھیں اور تصوف کی تحریکیں یا تحریکی لہریں صوفیاء کی صورت میں پانچویں چھٹی صدی ہجری سے باقاعدگی کے ساتھ اور مربوط طریقہ سے آنا شروع ہوئیں۔[۱۵]

بلوچستان میں سلاسل تصوف

برصغیر پاک و ہند میں تصوف کے جو سلسلے ملتے ہیں وہ چار ہیں، چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی۔ ان کی حیثیت وہی ہے جو فقہ کے چاروں سلسلوں کی ہے، یہی چار سلاسل تصوف برصغیر پاک و ہند میں مروج ہوئے ہیں، اسی طرح بلوچستان میں بھی ان کے اثرات واضح طور پر پائے جاتے ہیں، لیکن ان سلاسل اربعہ میں سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے صوفیاء کا اثر بلوچستان میں سب سے زیادہ ہے۔

سہروردی سلسلہ

سہرورد ایک مقام کا نام ہے جو عراق کے اندر ہمدان و زنجان کے درمیان واقع تھا، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ اور ان کے پیر شیخ ضیاء الدین ابونجیب اور ان کے پیر شیخ وحید الدین سہرورد کے رہنے والے تھے، اس لئے ان کے سلسلہ کو سہروردیہ کہتے ہیں[۱۶] ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کے موسس اعلیٰ شیخ بہاؤ الدین زکریا (پ ۱۱۷۲ء) تھے، ان کے دادا (حضرت کمال الدین) مکہ معظمہ سے پہلے خوارزم اور وہاں سے مضافات ملتان میں تشریف لائے اور نانا (مولانا حسام الدین) منگولوں کے حملے میں وطن چھوڑ کر ہندوستان آئے اور کوٹ کروڑ (مضافات ملتان) میں آباد ہو گئے۔[۱۷] بلوچستان میں مجموعی طور پر اور براہوی و بلوچ معاشرے پر تصوف کی ابتداء چہار سلاسل میں سلسلہ سہروردیہ سے نظر آتا ہے، جب سلطان حمید الدین حاکم قریشی ہنکاری (۵۷۰ھ۔۷۳۶ھ) کیچ مکران

میں اس سلسلہ سے منسلک ہوئے اورتصوف اسلامی کو فروغ بخشا۔

قادریہ سلسلہ

سلسلہ قادریہ حضرت پیران پیرغوث اعظم شیخ عبدالقادرجیلانی قدس سرہ سے شروع ہوا، جو ۱۱۶۵ء(بمطابق ۵۶۱ھ) میں بغدادمیں فوت ہوئے اورجن کے نام پرسلسلہ قادریہ کہلاتاہے۔ برصغیرپاک وہندمیں سب سے پہلے طریقۂ قادریہ کے جس بزرگ کانام ملتاہے، دکن کے شاہ نعمت اللہ قادری (م ۱۴۳۰ء) تھے، لیکن ان سے سلسلہ بہت پھیلانہیں اورصحیح طورپر جس بزرگ نے ہندوستان میں اس سلسلے کاآغازکیا وہ حضرت مخدوم محمد گیلانی قدس سرہ تھے، آپ حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے تھے، بغدادکی تباہی کے بعد آپ کے بزرگ حلب چلے گئے، آپ وہیں پیداہوئے، اپنے والد کی وفات کے بعد آپ ہندوستان تشریف لائے۔[۱۸]

بلوچستان میں صوفیائے قادریہ میں تصوف کی تحریک لانے والوں میں سید شادیؒ بن سید جمال بخاریؒ کانام قابل ذکرہے، آپ بلوچستان کے علاقے پشین میں اپنے تین بھائیوں سید حیدر، سیدابراہیم اورسیدماٹو کے ساتھ آکر آباد ہوئے اوراس سلسلہ طریقت کوعام کیا، ان کے والد سیددرجمال بخاری پشین کے بخاری سادات کے جداعلیٰ ہیں، بخاری سادات کے مشہور قبیلے شادی زئی، اسمٰعیل زئی، حرمزئی، گانگلزی اوریٰسین زئی وغیرہ ہیں، سید درجمال بخاری بڑے ولی اورصاحب کشف بزرگ ہیں، کچھ وقت یہاں قیام کے بعد آپ واپس بخاراچلے گئے، وہیں آپ کامزار ہے [۱۹] علاوہ ازیں بلوچستان میں سلسلہ قادریہ پھیلانے میں حضرت سلطان باہو (پ ۱۰۳۸ھ) کی تعلیمات اورفیوضات بھی خصوصی اہمیت ووقعت کی حامل ہیں۔

چشتیہ سلسلہ

سلسلہ چشتیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ افغانستان کے ضلع ہرات میں ایک قصبہ ہے چشت، جہاں کچھ بزرگان دین نے مل کر تزکیہ نفس اورتربیت باطن کاایک مرکز قائم کیاتھا جسے آئندہ چل کر بڑی شہرت حاصل ہوئی، اس نظام کی وجہ سے اس سلسلے کو سلسلہ چشتیہ کہا جانے لگا۔ خواجہ ابواسحٰق شامی (متوفی ۳۲۹ھ) پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ تذکروں میں لفظ چشتی ملتاہے۔[۲۰]

بلوچستان میں سلاسل صوفیہ کی خدمات میں تاریخی اعتبارسے سلسلہ چشتیہ کو بہت بڑی اہمیت

حاصل ہے، یہاں سلسلہ چشتیہ میں تصوف اسلامی کی لہریں ہرات سے وارد ہوئیں، جن کا سرچشمہ بصرہ، شام وایران تھا، پھر آگے چل کر یہی لہریں برصغیر پاکستان وہند کے سلسلہ چشتیہ سے ملتی گئیں۔

نقشبندیہ سلسلہ

خواجگان نقشبندیہ کے سرخیل حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہیں، آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری تھا، نقشبند کے لقب کی شہرت کا سبب رسالہ بہائیہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ بہ روایت خود آپ اورآپ کے والد ماجد دونوں کمخواب کپڑے بُنتے اوران پر نقوش بناتے تھے، مولانا عبدالرحمٰن کے مکتوبات میں بھی یہی روایت ملی ہے[۲۱] یہ سلسلہ بلوچستان میں تصوف اسلامی کی ترویج وتربیت کے لحاظ سے آخر میں آتا ہے اوراس سلسلے کا بلوچستان میں اچھاخاصا اثر رہاہے۔

تعلیمات صوفیائے بلوچستان

تصوف کے میدان میں جن معتبر شخصیات نے بلوچستان میں کام کیا، ان کی تعداد توبہت زیادہ ہے اوراس مختصر سے مقالے میں ان سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے، اس لئے ان میں سے صرف چند نامور صوفیائے کرام واولیاء اللہ اوران کی تعلیمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۱- بیٹ نیکہ

بیٹ نیکہ شیخ بیٹنی، بیٹ بابا، بیٹن، بٹن اوربیٹ بن کے نام سے مشہور ہیں، عام قیاس یہ ہے کہ بیٹ نیکہ غوری بادشاہوں کے ہم عصر تھے اوران کا زمانہ حیات ۳۰۰ھ۔۴۰۰ھ کے دوران ہے۔ بیٹ بابا ضلع ژوب (Zhob) میں پیداہوئے، وہ روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ پشتوزبان کے صوفی شاعر تھے، بہت پارسا، متقی اورصاحب کشف وکرامات تھے، (کوہ سلیمان کے) کسہ غرنامی پہاڑ کے دامن میں اپنے اہل وعیال اورخاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ رہتے تھے۔

بیٹ نیکہ کے مزارکے بارے میں مختلف روایات مشہورہیں، بعض کاخیال یہ ہے صوبہ ننگرہارافغانستان میں تورغرکے مقام پر جو مزارہے وہ بیٹ نیکہ کاہے اوربعض یہ کہتے ہیں کہ وہ کسے غر کے علاقہ اپوزئی (ژوب کی ایک نواحی بستی)ہی میں دفن ہیں، آپ کے بیٹے شیخ اسمٰعیل بھی اپنے باپ بیٹ بابا کی طرح اپنے عہد کے بہت بڑے ولی تھے اوران کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے ہندوستان، افغانستان، بلخ اوربخارا تک سے عقیدت مند چلے آتے تھے، آپ شعربھی کہتے تھے، آپ

کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ''کسے غر'' کے باشندوں میں بعض غیر اسلامی رسوم کا رواج ہوگیا تھا، جس پر آپ نے انہیں یوں ٹوکا تھا:

اردو ترجمہ:

شیطان سے بھاگنا چاہیئے جب وہ کسی کو نظر آ جائے
تو وہاں سے نور رخصت ہو جاتا ہے اور تمام زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے
آدمی شیطان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور وہ کند چھری سے زخمی ہو جاتا ہے
جس نے شیطان کی نہ مانی وہ شخص زیارت کے قابل ہے
جو کوئی ابلیس کے دھوکے میں آ گیا اس کے گھر صف ماتم بچھ جاتی ہے

بیٹ بابا کی مناجات ہو یا اسمٰعیل کا کلام، وہ کسی مرحلے میں مقصدیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، ان کی شاعری اس دور کے اخلاقی، مذہبی عقیدوں اور معاشرتی حالات کی آئینہ دار بھی ہے۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں کہیں بھی تنگ نظری، نسلی تعصب اور قبائلی مفاد کی جھلک نظر نہیں آتی یہ مترشح (واضح) ہوتا ہے کہ بیٹ نیکہ اور ان کی اولاد ہمیشہ زندگی کے وسیع انسانی اور اسلامی نقطہ نظر کو اپنائے ہوئے تھے۔[۲۲]

۲- شیخ روح اللہ گانگلوئی

آپ کی ولادت ۱۲۲۸ھ کو بمقام خداوازئی ہوئی، جو پشین (Pishin) سے آٹھ میل مشرق کو ہے۔ تورترین قبیلے سے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے دادا سے اور تفسیر، حدیث وفقہ کی تعلیم ملا محمد نور پوپلزئی سے حاصل کی۔ آپ ۱۲۸۳ھ کو گانگلوئی گئے اور وہاں امامت اختیار کی، طریقت میں داخل ہونے کے لئے ''کسی'' قندھار جاکر ملا عیسیٰ سے بیعت کا شرف حاصل کیا، آپ کی وفات ۱۳۱۴ھ کو ہوئی۔

جس طرح حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی کو مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے، اسی طرح آپ کو مجدد مـــائۃ (۱۰۰) کہا جاتا ہے، یعنی سو سال گزرنے پر آپ نے دین اسلام کی تجدید کی۔ آپ سے بہت خارق العادات کرامات ظہور پذیر ہوئیں جو آج تک عوام وخواص میں مشہور ہیں۔ شریعت وطریقت کے بارے میں آپ کی کئی تصانیف ہیں جس میں تشنگان علم وآگاہی کے لئے نہایت سہل اور مفصل انداز میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے، مگر تفصیل جلالین کا حاشیہ جو ''ترویح الارواح'' کے نام سے آج

بھی پاکستان، افغانستان اور ہندوستان کے مشہور مدارس میں شامل نصاب ہے، آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے اور تمام جید علماء اس امر پر متفق ہیں کہ *ترویح الارواح* کے بغیر *تفسیر جلالین* کا سمجھنا مشکل ہے، اسی حقیقت کے تناظر میں مفتی ہند مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی اکثر بلوچستانی طلباء سے جو حصول علم کی خاطر آپ کے پاس جاتے، پہلا سوال یہ کرتے کہ کیا تم نے مصنف *ترویح الارواح* کی زیارت کی ہے ؟ اگر طالبعلم کا جواب اثبات میں ہوتا تو فرماتے کیا وجہ ہے کہ تم مولوی نہ بن سکے، معلوم ہوتا ہے کہ تم میں اخلاص کا فقدان ہے اور اگر جواب نفی میں ہوتا تو فرماتے مقام افسوس ہے کہ خود تمہارے اپنے وطن میں ایک ایسا صاحب علم اور باکمال عالم دین موجود ہے، پھر بھی اس کی زیارت سے محروم ہو۔[۲۳]

۳۔ سید ابراہیم چشتی یکپاسی

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اولیاء کرام میں حضرت خواجہ سید شمس الدین ابراہیم چشتی یکپاسی (۷۶۰ھ۔۸۵۰) بھی شامل ہے، جو اپنے اعمال صالح، محنت و ریاضت ومجاہدہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن گئے، خواجہ ابراہیم مستونگ (Mastung) کے چشتی سیدوں کے مورث اعلیٰ ہیں، ان کا مزار مستونگ کے علاقے میں واقع ہے، ان کی دعا ایک پہر میں قبول ہوا کرتی تھی، اس لئے یکپاسی کہلائے، جیسا کہ سید خضر حسین چشتی لکھتے ہیں :

> ''خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد ابراہیم چشتی کے لقب یکپاسی کی جو وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے وہ اس طرح ہے کہ فارسی اور براہوی زبانوں میں یکپاس ایک پہر کو کہتے ہیں۔ ۲۴ گھنٹوں کے آٹھ پہر ہوتے ہیں، اس حساب سے ایک پہر تین گھنٹوں کا ہوتا ہے، لیکن وہاں کی مقامی آبادی اسے عرف عام میں پل بھر اور چشم زدن کے معنوں میں لیتی ہے، یعنی آناً فاناً، بہت جلدی، آنکھ جھپکتے ہی، فوراً۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص خواجہ کی بارگاہ میں دعا کے لئے حاضر ہوتا، یکپاس میں اس کی بگڑی بن جاتی، اس لئے آپ یکپاس کے نام ولقب سے مشہور ہوگئے''[۲۴]

خواجہ ابراہیم چشتی یکپاسی نے تقریباً پچاس سال اسلام کی تبلیغ کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔

روایت ہے کہ تقریباً صدیوں پہلے جب مستونگ پر ریاست سے قبل مغلوں کی حکومت تھی اور یہاں بسنے والے لوگوں کو ایسے مرد حق کی ضرورت تھی، جو انہیں حکمت الٰہی اور قرب الٰہی سے آشنا کرے، قدرت نے چشت سے مستونگ کوہ چلتن اور کوہ آماچ کی وادیوں میں آفتاب ولایت اور شہباز شریعت

وطریقت حضرت شمس الدین خواجہ ابراہیم یکپاسی مودودی چشتی کو بھیجا۔ انہوں نے اس خطے کے بندگان خداکو کفروشرک کے اندھیروں سے نکال کر یہاں کے پہاڑوں کی چوٹیوں پراسلامی روحانیت کاپرچم لہرادیا۔روایت کے مطابق حضرت شمس الدین سید ابراہیم یکپاسی صدیوں پہلے اسلام کی اشاعت دین وتبلیغ کے سلسلے میں چشت ہرات (افغانستان) سے ہجرت کرکے پشین آئے اوربعدمیں نقل مکانی کرکے مستونگ پہنچے، تویہ جگہ انہیں بہت پسند آئی اوریہیں کے ہوکررہ گئے اوریہاں اسلام کی ترویج وتبلیغ کابے مثل کام انجام دیا۔ ان کے علم وعمل، تقویٰ اورزہدنے لوگوں کے قلوب پرگہرااثر کیا، انہوں نے اپنے فضل اورظاہری کمالات سے خلق خدا کی فکری اصلاح کی اوران کی باطنی کثافتوں کو دورکیا اوران کے دل ودماغ کو نورِ معرفت سے آراستہ کیا۔ کئی غیرمسلموں کومسلمان کیا جن میں ہندو بھی تھے اورمجوسی بھی۔اس وقت کفروشرک کادور دورہ تھا اورمستونگ میں آتش پرستی عام تھی۔ حضرت خواجہ شمس الدین چشتی یکپاسی نے اپنے زہد وتقویٰ کی بدولت ان آتش پرستوں کو دین اسلام کا درس دے کر ان کے قلوب کو ایمان سے منورکیا، جس سے علاقے میں مجوسیت مکمل طور پرختم ہوگئی۔انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وبندگی اورحضورﷺ کی اتباع میں گزاری اورلوگوں کو ہمیشہ سنت رسولﷺ کی پیروی کادرس دیا۔آپ وہ ولی کامل تھے کہ لوگوں کے دلوں سے کفروالحاد نکال کرعشق خدااورعشق رسولﷺ کی شمعیں روشن کیں اوران کوجہالت کی تاریکی سے نکال کر صراط مستقیم پرلائے۔اپنے سیرت، کردار، دعوت وتعلیمات کے لحاظ سے برصغیرخصوصاً بلوچستان کے صوفیائے کرام کے مابین ایسے مقام پرنظرآتے ہیں، جہاں مردم چیدہ وبرگزیدہ ہی کاذکرکیاجاسکتاہے۔ آپ نے روحانی واخلاقی تربیت سے ایک زمانے کوفیض یاب کیا۔۲۵

سیدعلی محمد شاہ نے آپ کے فارسی زبان میں منقول چندفرمودات نقل کئے ہیں، فرماتے ہیں :

(۱) خدارایادگیروفراموش مکن۔تااوترافراموش نکند۔

(۲) لازم یک درباش، تاہمہ درہا برتونکشانید ۔

(۳) اگر خواہی دردنیاعزیزباشی۔ازمخلوق حاجت مخواہ، کسے رابدمگو، مہمان کس مشو۔

(۴) بدانکہ تقویٰ سہ قسم است، تقویٰ عام، تقویٰ خاص، تقویٰ خاص الخاص۔

تقویٰ عام آنست کہ ازکفر وبدعت بہ پرہیزد، تقویٰ خاص آنست کہ ازلایعنی بہ پرہیزد۔

تقویٰ خاص الخاص آنست کہ از ہرآن چیز کہ جز خدااست، پرہیزکنند۔۲۶

''خداکو یاد رکھو اوراسے نہ بھولو تاکہ وہ تمہیں نہ بھولے، ایک در کے ہوجاؤ تاکہ تمام دروازے تم پر کھول دیئے جائیں، اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا تمہیں عزیز رکھے تو مخلوق سے حاجت طلب نہ کرو، کسی کو برامت کہو، کسی کا مہمان نہ بنو۔ جان لو کہ تقویٰ کی تین اقسام ہیں: تقویٰ عام، تقویٰ خاص، تقویٰ خاص الخاص۔ تقویٰ عام یہ ہے کہ کفر اوردین میں نئی نئی باتوں کے داخل ہونے یا کرنے سے پرہیز کیا جائے، تقویٰ خاص یہ ہے کہ بے کار اور بے مقصد کاموں سے پرہیز کیا جائے اورتقویٰ خاص الخاص یہ ہے کہ خدا کے علاوہ ہرچیز سے جوخدا سے دور لے جاتی ہے، اس سے بچا جائے''

۴۔ حضرت الحاج سید محمد یعقوب

آپ کی ۲۷ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ بمطابق ۱۸۷۷ء بروزدوشنبہ صاجزادہ قمرالدین کے ہاں کلی عبدالرحمٰن زئی پشین(Pishin) کے سید ہاشمی حسینی شادیزئی قبیلے میں ولادت ہوئی، چارسال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، سات سال کی عمر میں والدہ کی خواہش کے مطابق اسلامی مدرسہ میں تحصیل علم کے لئے داخلہ لیا، بارہ سال تک اسی مدرسے میں پڑھتے رہے، بعد میں مختلف مقامات پر گئے اورعلوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کے لئے کوشان رہے، پہلے مدرسہ نعمانیہ دہلی میں پڑھتے رہے، بعد میں جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، تحصیل علم کے بعد اپنے آبائی گاؤں لاجور(گلستان) میں مدرسہ ضیاء العلوم کی بنیاد رکھی اور یہاں سے کئی طالبان علوم ظاہری وباطنی نے استفادہ کیا، اس مدرسے کو بعد میں آپ کے بیٹے اورعلاقے کی مشہور شخصیت سید علی آغا نے سرانان کے قریب منتقل کیا، اس کی ایک شاخ کراچی میں بھی قائم کی گئی ہے، یہ دونوں مدارس اسلامی علوم کی اشاعت وترویج میں مصروف عمل ہیں۔ پچاس سال یہاں درس وتدریس فرمانے کے بعد کلی منزکی تحصیل پشین کے ایک مدرسے میں صدر مدرس مقرر ہوئے، آخر۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۲ء کو وفات پاگئے۔

آپ طالب علمی کے زمانے میں ہی بہت زیرک تھے، مختلف کتابوں پرحواشی اورشروح لکھیں اوردیگر تصانیف میں سے چندایک حسب ذیل ہیں:

(۱) مرآۃ الفاتیح علی مشکوٰۃ المصابیح (۲) سعادۃ الدارین علی تفسیر جلالین (۳) فتح الغنی علی تفسیر الحسینی (۴) ضیاء المصفیٰ المرضی علی قاضی مبارک (۵) مأول علی المطول (۶) وافیہ علی الکافیہ

(۷) مستغنی علی شرح چغمنی (۸) مناوی علی زرادی (۹) ظرف طلائی علی صرف بہائی (۱۰) ترکیب مائۃ عامل (۱۱) مخزن النجاح (۱۲) مجموعہ شروح (۱۳) رسالہ عروض (۱۴) رسالہ میراث (۱۵) رسالہ قوانین صرف (۱۶) رسالہ قرأت (۱۷) مجموعہ بےنظیر (۱۸) مرغوب القلوب دیوان محمد یعقوب، وغیرہ۔ ۲۷

۵۔ میاں عبدالحکیم ناناصاحب

حضرت میاں عبدالحکیم ناناصاحب بلوچستان کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔ آپ کا اصل نام عبدالحکیم تھا مگر ناناصاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔ نانا ان کا احترامی لقب ہے جو اردو کے ''بابا'' کا مترادف ہے، مگر کثرت استعمال سے ان کے نام کا جزو ہی بن گیا۔ آپ کی پیدائش ۱۰۹۰ھ بمطابق ۱۶۷۹ء میں خانوزئی گاؤں میں ہوئی، آپ کے والد کا نام سکندرشاہ تھا، جوخودبھی صاحب بصیرت اوراہل کشف وکرامات میں سے تھے۔میاں صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے اورپشین کے گردونواح کے مختلف گاؤں میں جاکر حاصل کی، یہاں پرانہوں نے فارسی کتب، صرف ونحو اورفقہ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعداعلیٰ تعلیم کے لئے قندھار چلے گئے، جہاں انہوں نے تصوف وطریقت کی راہ اختیار کی، انہوں نے قادری اورنقشبندی دونوں طریقے حاصل کئے، اس کے بعد علوم ظاہر کی درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انہوں نے تزکیہ نفس وباطن کے لئے وعظ وارشادکابھی آغاز کردیا، تھوڑے ہی عرصے میں ان کی شہرت دوردورتک پھیل گئی، کہتے ہیں بدکاروبدکردارلوگ بھی ان کی ایک نظرسے تائب ہوکر صراط مستقیم اختیارکرلیتے۔انہوں نے کئی لوگوں کو روحانی مراتب بخشے، مریدوں میں تیزی سے دن اضافہ ہوتا گیایہاں تک کہ حاسد اورکینہ پرورلوگوں نے اس وقت کے بادشاہ شاہ حسین ہوتک کو میاں صاحب کی بے اندازہ مقبولیت کا خوف دلایا، نتیجتاً اس نے حکم صادرکردیا کہ میاں صاحب قندہار چھوڑدیں، جس پرناناصاحب کوژک پہاڑ سے ہوتے ہوئے خانوزئی اپنے گاؤں پہنچے۔ ایک سال تک وہاں قیام کیا، مگراعزہ واقارب نے شاہ حسین کے خوف سے انہیں اراضی میں حصہ نہ دیا اوروہ وہاں سے ۱۱۴۷ھ میں دکی (ضلع لورالائی) تشریف لے گئے اوروہاں تھل کی ترین قوم نے انہیں زمین دی، جہاں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری چھ سال گزارے اور۱۱۵۳ھ بمطابق ۱۷۴۰ء میں وفات پاگئے۔ آپ کودکی ضلع لورالائی میں دفن کیاگیا جہاں آپ کا مزاراقدس مرجع خلائق ہے۔

میاں صاحب نے کئی کتابیں لکھی ہیں جواکثر تصوف سے متعلق ہیں اور زیادہ تر فارسی زبان

میں ہیں، میاں صاحب کی چار کتابیں *مجموعہ رسائل*، *مقامات تصوف* (مقامات التوحید)، *رسائل حکمیہ* اور *حصن الایمان* ہیں۔''مجموعہ رسائل'' میں چھ باب ہیں جن میں تنزیہ، فیوض، حقیقت صلوٰۃ وفقر، حقیقت محمدی اور بحث نفی واثبات پر بہت عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہے، *مقامات تصوف* (مقامات التوحید) قندھار میں شائع ہوئی، ''حصن الایمان'' میں عقائد پر بحث کی گئی ہے، اہل سنت وجماعت کے عقائد پیش نظر رکھے گئے ہیں۔۲۸

عبدالصمد درانی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

ترجمہ:'' آپ ایک پرہیزگار اورحق پرست عالم تھے، آپ قندھار کی گلیوں میں پیادہ گھومتے اوردین اسلام کی تبلیغ کیا کرتے، سماجی کاموں میں ہاتھ بٹاتے اوردرس وتدریس آپ کا مشغلہ تھا، آپ نے روحانیت کی برکات سے لوگوں کے دلوں کومنورکیا''۲۹

نانا صاحب کے مریدوں میں ایک اہم شخصیت بابا خرواری کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ باباخرواری کا اصل نام ملاطاہر تھا، اپنے مرشد کی جانفشانی سے خدمت کرنے پر ایک دفعہ ناناصاحب نے آپ سے کہا کہ ''اوروں کو تو میں نے معمولی سی بزرگی دی، لیکن تمہیں خرواروں (چار بوری گندم کو خروار کہتے ہیں، یہ بلوچی اور پشتو زبان کا لفظ ہے) کے حساب سے بزرگی دیتا ہوں، اس واقعہ کے باعث ملا طاہر ''باباخرواری'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کا مزار ضلع زیارت میں واقع ہے، زیارت کا پرانا نام غوسکی تھا، لیکن آپ کی وجہ سے غوسکی کو ''زیارت'' (مقامی زبان میں مزار کواسی نام سے پکارتے ہیں) کانام دیاگیا۔۳۰

۶- مولانا محمد فاضل درخانی

آپ ڈھاڈر کے قریب ایک گاؤں درخان میں ۱۲۴۶ھ /۱۸۳۰ء کے لگ بھگ پیداہوئے۔ انگریزی تسلط اورنفوذ کے خلاف بلوچستانیوں کااولین قدرتی ردعمل مدافعت کاتھا، چنانچہ ان میں سے ایک طبقہ ایسا وجود میں آیاجو اس ہمہ جہتی سامراج کے خلاف مستقل طور پر نبرد آزما ہوا، اسی میں آپ نے شرکت فرمائی اوراپنے ساتھیوں کے ہمراہ انگریزی چوکیوں پرحملہ آور ہوتے رہے، آپ کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی لگن پیدا ہوئی، اس لئے ''قصبہ ہمایوں'' جانے کافیصلہ کیا اوردینی تعلیم سے بہرہ یاب ہوکر واپس آئے۔قصبہ درخان میں پہلے کوئی مدرسہ نہ تھا، آپ نے اپنے گھر کے نزدیک مسجد بنوائی اوراس کے احاطہ میں مدرسہ جاری کیا، جہاں باقاعدہ درس وتدریس کا انصرام ہوا۔ہر

نماز کے بعد مولانا موصوف خود بھی وعظ فرماتے۔ قدرت نے آپ کی زبان میں اتنی تاثیر رکھی تھی کہ جو بھی آپ کے حلقہ میں آیا، گناہوں سے تائب ہو کر نیک اور پارسا بنا۔

مولانا اپنی ریاضت اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت سے ولایت کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ ۱۲۵۵ھ /۱۸۳۹ء سے ریاست قلات میں انگریز سامراج کا عمل دخل، تہذیب و تمدن، عقیدے کے اعتبار سے ہر شعبہ حیات میں اپنے مخصوص نقطہ نظر اور مفاد کے قالب میں ڈھلنا شروع ہو گیا تھا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت مولانا محمد فاضل کو انگریز کی فکری اور اعتقادی یلغار کے مد مقابل لا کر اسلام کا بول بالا کرنا چاہتی تھی، چنانچہ آپ نے بتیس سال تک تبلیغ حق واصلاح معاشرہ کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ نے قلات اور کوئٹہ کے علاقوں میں اسلام کو ازسرنو منور کیا، گمراہ اور دین سے پھرے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ دکھائی، معاشرت سے متعلق کاموں کی اصلاح کی۔

مولانا موصوف نے ان علاقوں کے عوام کی ایسی اصلاح کی کہ جہاں رات دن ڈاکے پڑتے تھے اور قتل وغارت کرنا بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا، وہاں ایسا امن ہوا کہ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ وہ کام جو بڑے بڑے جابر حاکم نہ کر سکے، ایک فقیر سیرت درویش نے اپنی اعلیٰ اخلاقی تعلیم سے قلیل عرصے میں پورا کر دکھایا۔ آپ نے اپنے دور کے بڑے بڑے بے عمل عالموں اور بدمزاج سرداروں کے خلاف قلمی اور عملی جہاد کیا، آپ کی حق گوئی اور پرتاثیر تیغ زبان کے سامنے مخالفین ٹھہر نہ سکے۔

مولانا محمد فاضل درخانی کی ذات بابرکات بہ ذاتِ خود ایک ادارہ اور ایک تحریک تھی اور مدرسہ درخان براہوی علم و ادب میں آمد بہار کا نقیب تھا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ عربی اور فارسی کے بجائے براہوی اور بلوچی خصوصاً اول الذکر کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ اس سے براہوی اس قدر خود آشنا ہوگئے کہ عیسائی مبلغین کی تبلیغ دھری کی دھری رہ گئیں اور تفسیر وفقہ، حدیث وشریعت، تاریخ وسیر، اخلاق ونصائح، نظم ونثر اور علم وادب کے گوناگوں مضامین براہوی زبان میں ادا کیے جانے لگے۔ مدرسہ درخان کے تحت پیدا ہونے والا ادب اصلاحی، مقصدی اور تعمیری تھا، اس میں فکری بے راہ روی اور دماغی عیاشی نہیں تھی، سنجیدگی اور متانت اس کے طغرائے امتیاز تھے، براہویوں میں خالص اسلامی رنگ کی نشاۃ الجدیدہ کا احیاء اس سکول کا مقصود نظر تھا۔

مولانا محمد فاضل نے ۱۹ شوال روز سہ شنبہ ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۶ء کو وصال فرمایا، ان کا مزار

ڈھاڈر (ضلع کچھی) میں ہے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے نامور تلامذہ محمد عبداللہ درخانی، مولانا بنو جان اور مولانا عبدالحمید جوتوئی نے آپ کا مشن جاری رکھا، خاص کر ان شاگردوں نے عیسائی مبلغین کی کوششوں کو بری طرح ناکام بنایا اور بلوچستان میں غیراسلامی رسوم و رواج کے خلاف بھی علم جہاد بلند کیا۔۳۱

۷- حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی

آپ کی ولادت صفر ۱۲۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۱ء میں ہوئی اوروصال یکم ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ بمطابق ۱۹۴۱ء کو ہوا، مزار چشمہ شریف میں ہے جو کوئٹہ کے قریب واقع ہے۔آپ نے علوم ظاہری اپنے والد حضرت فیض الحق اوراپنے چچا ملا احمد اخوند سے حاصل کئے، طریقت وسلوک میں خلعت خلافت اپنے والد ہی سے پائی اوران کے سجادہ نشین ہوئے، خواجہ میاں روح اللہ سے بھی فیض یاب ہوکر دوسروں کو مستفیض کرتے رہے، علوم ظاہری میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ سلوک وطریقت میں بھی کمال حاصل کیا۔

آپ متابعت سنت اوراخلاق حمیدہ کامرکز تھے، آپ کے مریدین اورمعتقدین سندھ، بلوچستان، مکران، ایران اورپنجاب کے علاوہ افغانستان اورعرب میں بھی موجود ہیں، نہایت سادہ اور بے تکلف زندگی بسرکرتے تھے، حضرت خواجہ محمد عمر جان اپنے والد ماجد کی وفات کے بعدارشاد وتلقین القاء ذکر و فکر میں مگن ہوگئے، بہت تھوڑے عرصے میں آپ کی شہرت اطراف واکناف میں پھیل گئی اورلوگ جوق درجوق فیوض و برکات کی خاطر آنے لگے اور طریقت میں داخل ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے، خصوصاً علماء کرام نے آپ کے علم وفضل سے خاصے مستفیض ہوئے۔

آپ علم کے بڑے دلدادہ اورقدردان تھے، اسی لئے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اپنی اولاد کوعلم کے زیورسے آراستہ کیا، خود بھی ان کو پڑھایا اورملک میں علماء کی صحبت میں بھجوایا، چنانچہ انہوں نے علم دین اورمسند حدیث شریف برصغیر پاک وہند کے بڑے بڑے مدارس سے حاصل کی۔۳۲ آپ کے بعد آپ کے فرزند خواجہ عبدالحئی جان چشموی اوران کے صاحبزادے حضرت خواجہ آغا معین الدین جان اورخواجہ آغا فخرالدین جان چشموی بھی بڑے بزرگ اورصوفی گزرے ہیں۔

۸- حضرت محمد صدیق نقشبندی مستونگی

آپ کا تعلق طائفہ محمدحسنی قوم بلوچ سے تھا، جائے پیدائش قندھار تھی، علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل میاں ولی محمد صاحب کے درس سے ہوئی جواپنے زمانے کے جیدعالم اورمتدین بزرگ تھے، علم ظاہر وباطن کی تکمیل کے بعددرس وتدریس میں مصروف ہوگئے، ایک مدت بعد حج بیت اللہ کے ارادہ سے چل پڑے، راستے میں مستونگ میں قیام فرمایا، اس کے بعد عازم بیت اللہ شریف ہوئے۔ واپسی پرپھرمستونگ چلے آئے اور محلہ سادات میں قیام پذیرہوئے، اور درس وتدریس کاسلسلہ شروع کیا۔ آپ کے فیض سے ایک مخلوق علم و زہد وتقویٰ سے بہرہ مند اور صاحب مسند و ارشاد ہوئی۔

مستونگ میں آپ کی آمدسے پیشتراہل مستونگ اورگردونواح کے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بعض ایسی رسموں میں مبتلاتھے جو آئین شرع کے خلاف تھیں، مثلاً عورتوں کا مردوں پرنوحہ خوانی، عشرہ محرم میں بالوں کو نوچنا اور سینہ کوبی کرنا، تابوت بنانا اور دفنانا، ان اجتماعات میں عورتوں اورلڑکیوں کاشامل ہونا، شادی کے وقت ڈھولک بجانا اور عورتوں کامردوں کے ساتھ رقص کرنا جسے ''چھاپ'' کہتے تھے، قبروں پرسجدہ کرنا، حاجت روائی اورحصول اولاد کے لیے پیرکے نام پر بھیڑ بکری اور گائے کا نذرانہ دینا، بچوں کے سرکے بالوں کو دو تین جگہ پرچھوڑ دینا، جسے ''چھنڈ'' کہتے تھے، پھرمنت ماننا کہ جب بچے کی عمراتنی سال ہوگی تواسے پیر کی قبر پرلے جاکر بال تراشیں گے اورنذرانہ پیش کریں گے، بلندچوٹیوں پرایک لکڑی کو گاڑ کراس پر پیر کے نام کارومال باندھنا اوراس مقام کو ''مکان پیر'' کے نام سے مشہور کردینا، پھراسی لکڑی کوپیر سمجھ کر بوسہ دینا، انتقام جوئی میں دائرہ شرع سے تجاوز کرنا، بھیڑوں کا تازہ خون پینا، بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنا، اپنے جھگڑوں میں شرع کے بجائے جرگہ کی جانب رجوع کرنا وغیرہ۔

حضرت محمدصدیق کی روز وشب کی تعلیم وتربیت کے باعث متذکرہ خرابیوں کی اصلاح ہونے لگی، آپ نے ۱۹۰۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اورجامع مسجدمستونگ کے ایک گوشے میں مدفون ہوئے۔۳۳

۹- مولانامحمدمنیرالدین

ولی کامل رئیس الاتقیاء مولانا محمد منیر الدین ۱۹۲۵ء میں سوات کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے، ان کے والد عبدا لوہاب ایک دیندار مسلمان تھے، انہوں نے اپنے صاحبزادے کو دینی تعلیم کے

لیے اجمیر شریف بھیجا جہاں آپ نے مولانا حمیدالدین، مولوی امیر سلطان اور مولانا محمد یونس سے تعلیم حاصل کی، عصری تعلیم کی چار جماعتیں پڑھیں، سہارنپور کی مشہور دینی درس گاہ رحمانیہ، بعد میں رام پور کے مشہور مدرسہ مطلع العلوم، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور خیرالمدارس ملتان سے سند فراغت حاصل کی، راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان سے دورہ تفسیر پڑھا، ان کے اساتذہ میں مولانا عبدالرحمٰن، مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا سید محمدؒ یوسف بنوری، استاذ العلماء مولانا خیر محمد جالندھری اور حضرت مولانا گل حبیب شامل ہیں۔

مولانا دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس وتدریس میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ ملیہ سبی میں شعبہ درس و تدریس سے وابستہ رہے اورخطابت کرتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑھ چڑھ کرحصہ لیا، پہلے مرکزی جامع مسجد کوئٹہ اوربعدمیں سنہری جامع مسجد میں خطابت کافریضہ سرانجام دیتے رہے، آپ نے ۲۰۰۱ء میں وفات پائی۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ، چشتیہ اورنقشبندیہ سے وابستہ رہے، جیساکہ وہ خود اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں :

> ''سلسلہ قادریہ حضرت استاد مولانا محمد قمرصاحب سواتیؒ سے حاصل ہوا، اس سلسلے میں آپ نے مجھے خلیفہ بنایا اورسلسلہ نقشبندیہ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی سے ملا، انہوں نے مجھے اس سلسلے کاخلیفہ بنایا اوران دونوں حضرات کے شجرے میرے پاس محفوظ ہیں اورسلسلہ چشتیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری سے ملا''

مولانا کی پوری زندگی فقروفاقہ، عسرت وتنگدستی میں گزری۔ وہ اپنے اسلاف کاسچا نمونہ اور ایک مجاہد فی سبیل اللہ مرد درویش تھے، جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی، فتنہ باطلہ کی تردید اور حق گوئی میں بسرکردی۔[۳۴]

بلوچستان میں صوفی شعراء

بلوچستان میں ایسے کئی صوفی شعراء بھی موجود ہیں جو تصوف اسلامی کی تعلیمات سے متاثر ہیں اور جن کے کلام میں عشق وعرفان کے افکار ملتے ہیں اور جو صاحب دیوان بھی ہیں، برصغیر پاک وہند کے دیگر شعراء کی طرح انہوں نے اشعار کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت کی کوششیں کیں، انہوں نے توحید ورسالت، جزاء وسزا، اتفاق و اتحاد، وحدت و یگانگت اور اخوت و

محبت کے مطالب عام فہم اوردل پذیرانداز میں بیان کئے ہیں،عوام کی روح کو بیداری کا پیغام دیا ہے، فرقہ پرستی، تنگ نظری، بغض و حسد، نفاق و انتشار، مکر و فریب، غرور ونخوت اور کمینگی و آوارگی جیسی روحانی بیماریوں سے بچنے کادرس دیا ہے، ان ہی شعراء میں سے ایک اہم نام ملا عبدالسلام اچکزئی کا ہے۔

۱- ملاعبدالسلام اچکزئی

ملا عبدالسلام اچکزئی ۱۲۹۰ھ میں ضلع قلعہ عبداللہ کے پہاڑی سلسلہ کوژک کے مقام شیلاباغ میں پیداہوئے تھے، آپ جس ماحول اور مقام پر پیدا ہوئے وہاں ہر طرف جہالت کے تاریک اندھیرے چھائے ہو ئے تھے، جس طرح وہ خود لکھتے ہیں :

پہ تاریکہ کورنی کی شمع بل سوم دنامی ماڑہ فاسق در نظر سپک سوم ۳۵

ترجمہ: ''میں ایک تاریک خاندان میں شمع کی صورت میں جلوہ افروز ہو ا اورہر ایک مالدار فاسق کی نظروں میں حقیر معلوم ہوا''

اُس زمانے میں، اس مقام پر اور اُس کے اردگرد وہاں نہ کوئی سرکاری سکول موجود تھا اور نہ ہی باقاعدہ کوئی دینی اوارہ۔اس زمانے کے رواج کے مطابق جہاں جہاں مساجد آباد تھیں، وہاں کے امام صاحبان گاؤں کے بچوں کو دینی تعلیم سے روشناس کراتے تھے۔تعلیم کا یہ انتظام محدود پیمانہ پر تھا اور بہت کم بچے بنیادی مذہبی تعلیم حاصل کرسکتے تھے،لیکن جب قدرت کسی انسان کو اعلیٰ مقصد کے لئے چُن لیتی ہے تو اس کے انتظام کے اسباب اپنے ذمہ لے لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسباب مہیا ہو نے پر ملا عبدالسلام اچکزئی نے نہایت کٹھن اور مشکل حالات میں اپنی علمی وفکری جستجو کا چراغ روشن رکھا۔آپ نے سب سے پہلے اپنے والد سے ابتدائی مذہبی کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد مزید حصول علم کے لئے اپنے علاقے کو خیرباد کہہ دیا اس زمانے کے رواج کے مطابق قندھار اور پشین کے مختلف مقامات پرحصول علم کے لئے رہائش اختیار کی۔مختلف مقامات پر مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کرنے کے بعد چالیس سال کی عمر میں تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، کلام، صرف ونحو، عروض و قوافی، اسلامی تاریخ، فلسفہ اور دیگر ضروری علوم میں مہارت حاصل کی۔

ملا عبدالسلام اچکزئی وسیع المطالعہ شخص تھے، دین کی تمام مروجہ کتب کو پڑھ چکے تھے اور ہر فن پر آپ کو کافی عبور حاصل تھا۔ علاوہ ازیں اپنے ملک کے اندرونی معاملات سے باخبر رہنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے دیگر ممالک کے نشیب و فراز پر بھی آپ کی نظرتھی بلکہ وجوہات اور اُن کی اصلاح کی

فکر بھی دامن گیر تھی، معاشرتی اور اقتصادی حالات سخت ناہموار ہونے کے باوجود دوسروں کی تکالیف اور مشکلات آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔انسان دوستی اور حق گوئی آپ کے خمیر میں شامل تھی۔آپ کے علاقے کے بڑے بڑے علماء وصلحاء کے ساتھ اچھے تعلقات اور مراسم تھے۔آپ نے سعدی شیرازی، جامی اور مرزا بیدل وغیرہ کے افکار کا مطالعہ بھی کیا ہوا تھا، جس کی روشنی میں لوگوں کی اصلاح کے لئے آپ ہمہ وقت کوشاں اور اس فکر میں غرق رہتے کہ کس طرح معاشرے سے بدعات کا خاتمہ کیا جائے اور اصل اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے، لہٰذا اشعار کے ذریعے آپ نے اصلاح امت کا بیڑہ اٹھایا اور اس سلسلے میں کئی کتابیں لکھی ہیں، جن میں *سوسن چمن*، *طلب مذہب* اور *زردانہ در* شامل ہیں۔

ملا عبدالسلام اچکزئی خود بھی بڑے عالم دین تھے اور علماء حق وصلحاء کو قدر واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے، البتہ عالم کے لباس میں ظالم اور جاہل کی مذمت ضرور کرتے ہیں۔اُن کا عقیدہ تھا کہ علماء حق اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور دوستوں پر تنقید کرتے ہیں، وہ حقیقت میں آسمان پر تھوکتے ہیں اور جو آسمان پر تھوکتا ہے، تو ان کا تھوک واپس ان کے چہرے پر آ گرتا ہے۔وہ لکھتے ہیں :

چ سڑی پر بزرگانو بہتان وائی داخبیث نا مردہ عیب دخان وائی ۳۶

ترجمہ: ”جو لوگ بزرگوں پر بہتان باندھتے ہیں وہ درحقیقت فاسق ہیں اور یہ اس طرح دوسروں کی عیب جوئی کرکے اپنا عیب لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں“

ایک اور جگہ علماء حق اور صلحاء کے بارے میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

دنیکانو سرہ نہ یم پہ عناد کی زہ کوم درھزنانو ددین ذم

د پشو خاوری یم دھغہ فاضلانو پر چشمانو باندی ژدم دذی قدم

دا ستوری دی چہ دونی لار پہ وینو شپہ تاریکہ دہ دکفر پر عالم

کہ بہ زہ پاکو قدسیانو لہ بد وایم دوزخی دی سی داگوتی وقلم ۳۷

ترجمہ: ”میں نیک لوگوں کے ساتھ عناد نہیں رکھتا البتہ دین کے لٹیروں کی مذمت کرتا ہوں، میں اُن فاضلوں کے قدموں کی گرد (مٹی) ہوں اور اپنی آنکھوں پر اُن کے قدم رکھتا ہوں۔یہ تو ستارے ہیں جس کے ذریعے ہم راستہ دیکھتے ہیں، کیونکہ کفر کی دنیا پر تو تاریکی چھائی ہوئی ہے، اگر میں اس پاکیزہ

مخلوق کو برا کہوں تو پھر میری انگلیاں اور یہ قلم ٹوٹ جائیں''

اس عظیم مصلح اور عوامی شاعر نے ۲۶ جنوری ۱۹۷۴ء بمطابق ۱۳۹۴ھ کو وفات پائی۔ آپ اپنے آبائی گاؤں شاخہ شالاباغ (کوژک) میں مدفون ہے۔

ملا عبدالسلام اچکزئی اپنی کتاب سوین چمن میں اخلاق اوراخلاص دونوں پر بہت زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق اخلاق اور اخلاص لازم وملزوم ہیں اور ان دونوں کا دشمن حرص ہے، جب تک انسان حرص کے جال میں بند رہتا ہے اُس وقت تک وہ اپنی جان اور جہان دونوں کا دشمن ہو تا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ حرص ایسی بیماری ہے جس کا علاج صرف یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر کنٹرول رکھے، تاکہ نفس اور شیطان دونوں قابو میں رہیں۔ آپ اپنے اشعار میں حرص کی مذمت اس طرح بیان کرتے ہیں :

دحرص تازیان اوّله خاوندان خوری دی شکاریانو خپل ځانو نه پد ام یوړو ۳۸

ترجمہ: ''حرص کے شکاری کتے سب سے پہلے اپنے مالکوں کو کھاجاتے ہیں اور حرص کے ذریعے شکار کرنے والے خود اس کے شکار ہو جاتے ہیں''۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں :

په دنیا پسی ماڑه ډک لیونی دی گاندی ډول ودوی ته یسی لکه غر تَش

سو دقبر خاوری خوری لا مری د لوڑی حارصان گرزی په طمع در پر در تش ۳۹

ترجمہ: ''دنیا کے پیچھے امیر لوگ دیوانوں کی طرح دوڑ رہے ہیں اور اُن کی نظروں میں مال کا ذخیرہ بھی خالی پہاڑ کی طرح نظر آتا ہے، یہ قبر کی مٹی کھانے تک بھوک سے مرتے ہیں اور یہ لوگ گھر گھر طمع کی لالچ میں گھومتے پھرتے ہیں''۔

اس کتاب میں ملا عبدالسلام اچکزئی مسلمانوں کو یہ درس بھی دیتے ہیں کہ انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو اپنا قیمتی وقت لہو لعب میں نہیں گزارنا بلکہ آخرت کے لئے سرمایہ محفوظ رکھنا چونکہ اس زندگی کا جاہ وجلال صرف چند دنوں کے لئے ہے، لہٰذا چند روزہ عیش وعشرت کے لئے ہم آخرت کو کیوں بھول جائیں، وہ لکھتے ہیں:

دولت بیرته عاقبت دلاسه وزی درامیر امان اللّٰه وُ معتبر سوک

کُلّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ که انسان اروے نو غلطه سودا نه وهی دزر سوک

دغه مال به چابک بیل سی مرگ موبیائی   پنخه ورزی په گل نه لری باور سوک [۴۰]

ترجمہ: ''یہ مال و دولت آخر کار انسان کے ہاتھوں سے جاتی رہتی ہے۔ امیر امان اللہ کے ہاتھ سے بھی اقتدار جاتا رہا، حالانکہ اُس سے معتبر کون ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ آیت کُـلُّ مَـنْ عَـلَـيْـهَـا فَـانٍ(الرحمن، ۵۵:۲۶) اگر انسان سنتا ہے تو وہ پھر مال و دولت کے بارے میں زیادہ نہیں سوچتا، یہ مال ودولت جلد ہی انسان سے جدا ہو جائے گا اور موت ہماری منتظر ہے، لہٰذا پانچ دن کے پھول پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا''۔

ملا عبدالسلام نے قرآن مجید ہی کو تمام علوم کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ وہ زور دیتے کہ اگر جہالت کے اندھیروں سے باہر نکلنا ہے تو اپنی زندگیوں کو تعلیمات قرآنی سے مزین کریں:

که تا خان دجهله کیش نن   وقرآن ته سه راویش نن

دا رسی و نِسه ٹینگه   کنه کلک مشلی ددرینگه

دقرآنه خان خبر که   حق دهر همسایه ور که

دزڑه تور پانوس صفا که   دا شیشه گرزوه پاکه

دقرآن نور پکی کشیژده   لاربه وینی جهل پریژده [۴۱]

ترجمہ: ''اگر آپ نے جہالت سے نکلنا ہے تو قرآن (کی تعلیمات) سے اپنے آپ کو باخبر رکھو، قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔قرآن سے اپنی زندگیوں کو سنوارو اور ہر ہمسایہ کا حق ادا کرو۔اپنے دل کے شیشے کو صاف رکھا کرو اور قرآنی تعلیمات سے اپنے دل کو منور کرو اور اسی نصیحت پر عمل کرو گے تو راہ ہدایت پر آجاؤ گے''۔

۲- محمد حسن ضیاء

بلوچستان کے صوفی شعراء میں ایک اور اہم نام محمد حسن ضیاء کا ہے، جو بقیدحیات ہیں اور حال ہی میں ان کی ایک تازہ شعری تصنیف *کشف الاسرار* شائع ہوئی ہے، جس میں ان کی پشتو زبان میں کی گئی صوفیانہ شاعری کا اردوترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ اس سے قبل بھی آپ کاایک شعری مجموعہ *بریشنا* کے نام سے زیورطبع سے آراستہ ہوچکاہے، جس کے اشعار میں تصوف کاغلبہ پایاجاتاہے۔محمد حسن ضیاء ولد عبدالعزیزجان مشہور صوفی بزرگ خواجہ روح اللہ گانگلوئی کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، قومیت کے لحاظ سے ترین ہے اورر ہائش کلی گانگلوئی ضلع پشین میں ہے۔

محمد حسن ضیاء ''سالک کو مشورہ'' کے عنوان سے ایک نظم اس طرح پیش کرتے ہیں:

سالکه ټول حواس په ځائے ساته طوفان راغلی ستاپرخلوص دی نابېره امتحان راغلی
مرحله واره جائزه ده دمادے په سرشت محکم یقین ته لاس تړلی خنډ اسان راغلی
دزړه حرم دی له خاشاک وکرغنو کړه صفا له ډېره وخته منتظرتاله مهمان راغلی
حدود شکاره دی دعابد ومعبود دتړون دده خدائی ستا بندگی عهد وپیمان راغلی ۴۲

ترجمہ: ''اے سالک اگر طوفان (مشکلیں) آئے تو اپنے حواس پر قابو رکھ، یہ تیرے خلوص کے لیے ایک امتحان آیا ہے۔
مادے کی فطرت میں یہ ایک مرحلہ وار جائزہ ہے، محکم یقین کے لئے ہر مشکل تابع مرضی بن کر سہولت کے ساتھ آیا ہے۔
حرم دل کو تنکوں اور کانٹوں سے پاک رکھ، کافی عرصے سے منتظر تمہارے لئے مہمان آیا ہے۔
عابد اور معبود کے درمیان رشتے کی حدود متعین ہیں، ان کی خدائی اور تمہاری بندگی میں عہد و پیمان آیا ہے''۔

''بدعملی'' کو اختیار کرنے والے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

العیاذ، حشر ګاته روان مخ سزاواردئی که سپین نه کړی انسان مخ
نزدیکت یے دفائدے په ځائی نقصان دئی پرمینار به کله وکړی اذان تورمخ
ځائی یے نسی توبه، توبه د سه په نه کړو، لاوی اخته په عصیان تورمخ
ادیره به درسه وبیری، ناټک دئی چنګه ځے به ګورستان ته په ځان تورمخ ۴۳

ترجمہ: ''اللہ کی پناہ میدان حشر کی طرف سیاہ چہرے کے ساتھ جارہا ہے، یہ انسان سزا کے لائق ہے اگر وہ سیاہ چہرے کو سفید نہ کرے۔
اس کے نزدیک رہنا فائدے کے بجائے نقصان دہ ہے، مینار پر یہ سیاہ چہرے والا کب اذان دے گا۔
اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی، بلکہ اس کی توبہ ہے کہاں؟ بے عملی اور گناہ میں مبتلا سیاہ چہرے والا۔
قبرستان تم سے ڈرے گا، عجیب بات ہے، قبرستان تک سیاہ چہرے کے ساتھ کس طرح تو جائے گا''۔

ایک سچے مسلمان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے ''مسلمان اور وعدہ وفا'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

په ډاګه حق ویل خوئی وخصلت دمسلمان راغلی پرعظمت یے آیتونه دقرآن
دجبرو استبدادومخ ته غر داستقلال شوکت ته یے باطل یوه لحظه نه لری توان
پیغام دلااله الا الله یے آفاقی دئی وفاد محمد یے ګرځولی دی ایمان
رګونه یے غورځنګ دوینی داسی پارولی اعلاء دحق ته بولی شهادت عهدوپیمان ۴۴

ترجمہ: ''علی الاعلان حق بات کہنا مسلمان کا شیوہ ہے، اس کی عظمت پر تو آیات قرآنی تک نازل ہوئی ہیں۔

مسلمان جبرواستبداد کے سامنے کوہ استقلال ہے، اس کے دبدبہ کے مقابل باطل ایک لمحہ ٹھہرنے کی سکت نہیں رکھتا۔

ان کے لاالٰہ الا اللہ کا پیغام آفاقی ہے اورسید المرسلین حضرت محمد ﷺ سے وفا کرنے کوایمان گرداناہے۔

ان کے رگوں کوفشارخون نے ایسا ابھاراہے کہ اعلاء حق کے لئے شہادت کوعہدوپیان سمجھتاہے''

''اطاعت وبندگی'' کے عنوان سے لکھتے ہیں :

راته دریژی له عمله ناتمامه حیا　　راشی تکرار که په مکروه کله دابولی خطا

تاته داتقوالله امر دی هدف ټاکلی　　غوازم حساب درسه ضمیره تاکشے سومره وفا

سنگه به اوسے په محشردشفاعت په امید　　تاکشی که نه وی په اسلام باندی عمل وفدا

قرآن دلیل دی نیک انجام وی دخلوص له مخه　　شکاره خبرده ای انسانه ستاله خواده دغا

په تصورداسم ذات دی وسوسے شړلی　　په حال دوجد واستغراق کښی هستی راوړی فنا

پیش په تاثیر اصلاحی یو کیفیت شی عجیب　　په شه انداز که شی ترسره انعکاس والقا

مراقبے لره احوال په تسلسل وی ظهور　　هره لحظه یے وی سالک ته په تدریج ارتقا[۴۵]

ترجمہ:''مجھے اپنے ادھورے عمل سے شرمندگی ہورہی ہے (کیونکہ) مکروہات کی تکرارکوخطاء نہیں کہاجاسکتا۔

تمہارے لئے تواللہ تعالیٰ سے ڈرنے کاحکم ہدف مقررکیاگیاہے، پس اے ضمیرتم سے حساب مانگتاہوں کہ تم میں کتنی وفاہے۔

کس طرح روزمحشرمیں شفاعت کی امیدرکھوگے اگرتم میں اسلام پرعمل کرنے اورقربان ہونے کاجذبہ نہ ہو۔

قرآن اس پردلیل ہے کہ خلوص کومدنظررکھ کر ہی نیک انجام تک پہنچاجاسکتاہے، ظاہربات ہے اے انسان کہ دھوکہ تمہاری ہی طرف سے ہے۔

ذات الٰہی کے تصورسے وسوسے دورہوجاتے ہیں اورحال وجد واستغراق میں وجود انسانی فناء ہوجاتاہے۔

تاثیر اصلاحی (مرتبہ علیاء سلوک)میں ایک عجیب سی کیفیت پیداہوتی ہے بشرط بہتر انداز میں انعکاس و القاء (مراتب سلوک) پایہ تکمیل کوپہنچے۔

مراقبے کے لئے تسلسل کے ساتھ احوال (کیفیات عجیبہ) ظاہرہونے لگتے ہیں جس میں ہرلحظہ سالک کے لئے بتدریج ارتقاء ہے''

خلاصہ یہ کہ صوفیاء اپنی تعلیمات کے ذریعے ہمیشہ اخوت، محبت، بھائی چارے اورصبروتحمل کادرس دیتے ہیں، ان کی باتیں سن کر سکون ملتاہے اورذہنوں میں پکنے والی نفرت کا لاوا واقعی ٹھنڈا پڑ

جاتا ہے، اگرکوئی کثرت سے صحبت اولیاء اللہ میں رہے تو آج کل ہمارے معاشرے میں جو ایک اذیت ناک صورت حال پائی جاتی ہے، اس سے ہمیشہ کے لئے نجات مل سکتی ہے۔

صوفیاء بلوچستان کی تعلیمات ومعمولات کاخلاصہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

'' بلوچستان میں صوفیاء کی زندگی، احوال وآثار پر جب نظرڈالتاہوں توانہیں کسی صورت میں پاکستان، برصغیر اورعالم اسلام کے صوفیاء کے طریق کار سے قطعاً مختلف نہیں دیکھتاہوں۔ بلوچستان کے صوفیاء بھی دیگرصوفیاء کرام کی طرح جوزندگی بسرکرتے ہیں، دست بہ کار ودل بہ یار، کے اصول پرعمل کرکے اس دنیائے فانی سے اس بقائے جاودانی کو لوٹ جاتے ہیں۔ ان کی زیست میں پیش نظردائروں کی خدمات اورمعمولات یہ بنتے ہیں :

۱۔ خوش اخلاقی، لباس وطعام میں سادگی اور باعمل زندگی گزارنا۔

۲۔ علم ظاہروباطن کی تازیست جستجورکھنا اورعلم وتعلم کو فروغ دینا۔

۳۔ عوام دوستی اورانسان کے دکھ دردکاخیال رکھنا۔

۴۔ بیماروں اورمصیبت زدگان کی امدادکرنا۔

۵۔ ظالموں اورمتکبروں کی سرکوبی کرنا۔

۶۔ لوگوں کو حشرات الارض، سانپ، بچھو اورمہلک جانوروں سے بچانے کے لئے روحانی اورقرآنی تصرفات سے کام لینا۔

۷۔ خشک وبیابان مقامات پراس ذات کریمی کے کرم سے چشمے اورندیوں کا اعجاز ظاہرکرنا۔

۸۔ اسلام کی مسلسل تبلیغ اورروح اسلام سے عوام کو آگاہ کرنا۔

۹۔ جہاد بالسیف کے لئے مسلمانوں کوضرورت پڑنے پر تیارکرنا۔

۱۰۔ بیعت وتلقین وارشاد کی خدمت اخلاق وتزکیہ نفس کے لئے جاری رکھنا۔[۴۶]

آخر میں اس احوال کی طرف بھی توجہ دلانا ضروری ہے کہ صرف بلوچستان ہی نہیں بلکہ پورے پاکستان کی خانقاہوں کی قیادت انتشار میں گھر چکی ہے۔ صوفیائے اسلام کی تعلیمات میں آفاقیت اوروفاقیت کے بنیادی عنصر موجود تھے، جس کے ہوتے ہوئے اسلام کوفروغ حاصل ہوتا رہا۔ آفاقیت

سے مراد پوری عالم انسانیت کے لئے اسلام کا ابلاغ بہم پہنچانا ہوتا ہے اور وفاقیت سے مراد پورے عالم اسلام میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے سجادہ نشین اور پیران طریقت ان عظیم مقاصد سے بے بہرہ ہوتے جارہے ہیں جس کے نتیجے میں تعصب وفرقہ وارانہ ذہنیت نے جگہ لینا شروع کردی ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ پیران طریقت اور سجادہ نشین حضرات قرآن حکیم و سیرت نبویﷺ و احادیث نبویﷺ سے بھرپور علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ جدید معاشرتی علوم پر بھی توجہ دیں اور علم اقتصادیات پر بھی، ورنہ خانقاہوں پروقت اورسرمایہ کاضیاع واستحصال ہوتارہے گا۔

حوالہ جات

(۱) سید علی ہجویری، گنج مطلوب، اردوترجمہ کشف المحجوب (مترجم عبدالحمید)، لاہور، ناشران قرآن، سن ندارد، ص، ۴۷۔

(۲) ایضاً، ص ۸۹، ۹۰۔

(۳) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی، گلستان، ملتان، فاروقی کتب خانہ، سن ندارد، ص، ۱۱۹، ۱۲۰۔

(۴) سلطان الطاف علی، مختصر تاریخ تصوف اورصوفیائے بلوچستان، الفیصل، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۲۔

(۵) عبدالرحمٰن ابن خلدون، مقدمہ، ترجمہ سعد حسن خان، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ص، ۴۳۶۔

(۶) محمد لطفی جمعہ، تاریخ فلاسفۃ الاسلام، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، سن ندارد، ص ۲۶۹۔

(۷) منظورنعمانی، دین وشریعت، مجلس نشریات اسلام، اکیسواں ایڈیشن، کراچی، سن ندارد، ص ۲۴۸۔

(۸) سیدمحمدعلی شاہ ''شمس العارفین حضرت سید شمس الدین خواجہ محمدابراہیم یکپاسی چشتی ''مستونگ، سادات یکپاسی ٹرسٹ، ۱۹۹۹ء، ص ۲۳۔

(۹) انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء، ص، ۲۱۔۲۸۔

(۱۰) عطاء اللہ، حضرت خواجہ سیدشمس الدین ابراہیم چشتی، روزنامہ جنگ کوئٹہ، ۲۰ستمبر ۲۰۱۱ء ج ۴۰، ش ۲۶۰، ص ۵۔

(۱۱) رائے بہادر لالہ ہتورام، تاریخ بلوچستان، کوئٹہ، بلوچی اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ص ۸۶۶۔

(۱۲) خان روشن خان، تذکرہ (پٹھانوں کی اصلیت اوران کی تاریخ) پشاور، (صوابی)۱۹۸۱ء، ص ۷۶۔۱۱۴۔

(۱۳) ڈاکٹر انعام الحق کوثر، بلوچستان میں تحریک تصوف، کوئٹہ، سیرت اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، ص ۶۶۔

(۱۴) سلطان الطاف علی، تاریخ تصوف وصوفیائے بلوچستان، بحوالہ سابقہ، ص ۳۲۔

(۱۵) ایضاً، ص ۲۴، مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کامران اعظم سوہدروی، تاریخ بلوچ وبلوچستان، (مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۳۹۔۲۵۵

(۱۶) انعام الحق کوثر، بلوچستان میں تحریک تصوف، بحوالہ سابقہ، ص ۱۰۸۔

(۱۷) شیخ محمد اکرام، آب کوثر، (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء) ص ۲۵۵۔انعام الحق کوثر، بلوچستان میں تحریک تصوف، ص ۷۵۔

(۱۸) شیخ محمد اکرام، رودکوثر، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۵ء)، ص، ۶۳، ۶۴۔

(۱۹) انعام الحق کوثر، بلوچستان میں تحریک تصوف، ص، ۸۰، ۸۱، ۱۰۹، ۱۱۰۔

(۲۰) ایضاً، ص ۱۰۷۔

(۲۱) ایضاً، ص۱۱۲۔

(۲۲) منصور بخاری، بلوچستان کی معروف شخصیات کی انسائیکلوپیڈیا، سیلز اینڈ سروسز، کوئٹہ، ۲۰۱۲ء ج۱ :ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۸۷، ۱۸۸، ۔

(۲۳) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ؛ محمد حسن ضیاء گانگلزئی، سوانح حیات حضرت شیخ روح اللہ گانگلزئی (مخطوطہ)۔

(۲۴) سید خضر حسین چشتی، انوار یکپاسی، مستونگ، خواجہ یکپاسی ٹرسٹ، سن ندارد، ص ۳۰، ۳۱۔

(۲۵) عطاءُ اللہ، روزنامہ جنگ کوئٹہ ۲۰ ستمبر ۲۰۱۱ء، ص ۵، ٦۔

(۲٦) سید علی محمد شاہ، تذکار یکپاسی، یکپاسی ٹرسٹ، مستونگ، ۲۰۰۲ء، ص ۷۵-۷۹۔

(۲۷) انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۱۴۰، ۱۴۱۔

(۲۸) عالم فقری، تذکرہ اولیاء پاکستان، ادارہ پیغام القرآن، لاہور، ۲۰۰۵ء، ج۱ :ص ۴۵۷-۴٦۲

(۲۹) عبدالصمد درانی، ''دبلوچستان اولسی مسلے''ماہنامہ اولس کوئٹہ (خصوصی نمبر)اکتوبر، نومبر ۱۹٦۳ء، ج ۲، ش ۱۱، ص۲۴۴، ۲۴۵

(۳۰) انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، ص ۴۴، ۴۵

(۳۱) ایضاً، ص ۲۳۲-۲۴۰۔

(۳۲) ایضاً، ص ۲۸۴-۲۸۹۔

(۳۳) منصور بخاری، بحوالہ سابقہ، ص ۳۴۹، ۳۵۰۔

(۳۴) حاجی فیاض حسن سجاد، تحریک ختم نبوت میں بلوچستان کا حصہ، لاہور، ادارہ تالیفات ختم نبوت، ۲۰۰۹ء، ص ۳۴۳-۳۵۰۔

(۳۵) ملا عبدالسلام اشیزئی، سوسن چمن، طبع دوم، اسلامیہ پریس، کوئٹہ، ۱۹٦۴ء ص ۱۲۸

(۳٦) ایضاً، ص ۲۸۳۔

(۳۷) ایضاً، ص ۱۴۳۔

(۳۸) ایضاً، ص، ۱۷۸۔

(۳۹) ایضاً، ص، ۹٦، ۹۷۔

(۴۰) ایضاً، ص، ۱۱۱۔

(۴۱) ملا عبدالسلام اچکزئی، طلب مذہب، کوئٹہ، عزیز الیکٹرک پریس، ۱۳۵۵ھ، ص ۲۰-۲۳۔

(۴۲) محمد حسن ضیاء، کشف الاسرار، کوئٹہ، ناشر، امین اللہ مسجد عبداللہ پال، ۲۰۱۱ء، ص ۲۳، ۲۴۔

(۴۳) محمد حسن ضیاء، بریشنا، کوئٹہ، ناشر، امین اللہ مسجد عبداللہ پال، ۲۰۱۰ء، ص ۱۳٦۔

(۴۴) کشف الاسرار، ص ۵۰۔

(۴۵) ایضاً، ص ۵۳، ۵۴۔

(۴٦) سلطان الطاف علی، مختصر تاریخ تصوف وصوفیاء بلوچستان، ص ۱۲، ۱۳۔